

## دہیل و منصورہ میں اسلامی علوم کی اشاعت: سندھ میں عرب دور حکومت کا ایک جائزہ

Preaching of Islam in Debal and Mansoorah: An Analysis based on the era of Arab's ruling in Sindh

Amber Mehar \*

### Abstract

Sindh was the earliest region conquered by the Arabs and Islam was introduced there after 720 AD. Regarding the propagation and preaching of Islamic teachings in Debal and Mansora, the ruling classes gave great respect to the scholars. They were not only taking care of all their needs but also honoring them by assigning the important post and positions in the state. The rulers did not make any difference in the service of the Ulema and the same response of respect and honor was from Ulema for the rulers. In this way, together they eliminated all matters which were non-Shari'ah in the state. This papers aims to revise such a brilliant collaboration of Ulema and rulers and their impact on the society, which actually is the important need of our society too.

**Keyword:** Sindh, scholars, Islamic life, Arab, propagation

### تعارف

چوتھی صدی ہجری میں پورا عالم اسلام علمی و دینی نشاط سے معمور تھا مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کے بلاد و امصار اور شہر و قریات اسلامی علوم و فنون اور دینی رجال و شخصیات کے گہوارے تھے جن میں اسلامی ثقافت پرورش پارہی تھی، یہی پر بہار زمانہ سندھ میں ہباریوں کی حکومت کا دور تھا، اور بغداد و بصرہ کی طرح سندھ و منصورہ اور دہیل وغیرہ بھی اسلامی علوم و فنون کے مرکز تھے، جگہ جگہ دینی علوم و فنون کی بساطیں بچھی ہوئی تھیں، گھر گھر دارالعلوم بنا ہوا تھا اور ایک ایک بستی میں سیکڑوں علماء و فضلاء رہتے تھے اس دور میں سندھ میں اسلامی زندگی اپنے پورے شباب پر تھی، ہباری حکمران

\* Ms. Amber Mehar, Research Scholar, University of Karachi, Karachi  
amber.mehar@mail.com

بڑے علم دوست اور اہل علم کے قدردان تھے انہوں نے دینی علوم و رجال کی سرپرستی کی، علمی خاندانوں سے ان کے تعلقات تھے اور اہل علم و فضل ان کے دربار سے وابستہ تھے ان کا مسلک اگرچہ امام داؤدی ظاہری کا تھا اور وہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے تھے، مگر پورے سندھ میں فقہائے احناف کی کثرت تھی۔ معتزلہ کی عقلیت پسندی سے نجات تھی۔ عام مسلمانوں کا دینی حال نہایت اچھا تھا، مذہبی تعصب، گروہ بندی اور جانبداری کا نام تک نہیں تھا، بلکہ ہر مسلک کے لوگ آزادی اور سکون سے اپنے مسلک پر عمل کرتے تھے حسن اخلاق، سیر چشٹی اور انسانیت و مروت سندھ کے مسلمانوں کے امتیازی صفات تھے، بڑے بڑے شہروں کی زبان عربی اور سندھی دونوں تھیں بود و باش اور طرز زندگی مرکز خلافت عراق سے ملتا جلتا تھا، اور ذہن و مزاج کے اعتبار سے وہ سچے مسلمان تھے خاص طور سے بڑے شہروں میں اسلامی شان و شوکت کا غلبہ تھا اور بہت بڑا شہر تھا اور وہاں مسلمانوں کی بہت زیادہ آبادی تھی، بیرون بھی خالص اسلامی شہر تھا، دبیل علماء و فقہاء کا مرکز تھا، اور منصورہ تو گویا دارالاسلام والمسلمین بن کر بغداد کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ رسم و رواج عراق سے ملتے جلتے تھے، ساتھ ہی حسن اخلاق اور شرافت میں بھی یہ لوگ مشہور تھے۔

”چوتھی صدی ہجری میں پورے عالم اسلام میں وعظ و تذکیر اور تبلیغ کے خصوصی حلقے اور جلسے ہوا کرتے تھے جن میں عامۃ المسلمین حاضر ہو کر دینی علوم و مسائل سے واقف ہوتے تھے، ہر علاقہ میں وعظ و تذکیر کے طریقے جدا جدا ہوتے تھے، کہیں کتابیں پڑھی جاتی تھیں، کہیں زبانی وعظ ہوا کرتے تھے کسی جگہ اس کام کے لیے خصوصی مقامات ہوتے تھے، کہیں مسجدیں مجالس وعظ و تذکیر بنتی تھیں، مگر سندھ میں وعظ و تذکیر کا کوئی خاص انتظام واہتمام نہیں تھا۔“ مقصدی نے اس حوالے سے لکھا ہے:

”ولیس للمذکرین بہ صیت ولا ہم رسوم تذکیر“ (سندھ میں مذکروں اور واعظوں کا شہرہ نہیں ہے اور نہ ان کے وعظ و تذکیر کا کوئی خاص انداز ہے)

علم الادیان مسلمانوں کی نظر میں سب سے محبوب اور ضروری علم ہے اور ”عربی حکومت کے زمانے میں سندھ میں بھی دیگر ممالک اسلامی کی مثل اس تعلیم کو نہایت فروغ تھا شام و عراق کے نامور اساتذہ یا وہاں کے سند یافتہ علماء یہاں کے بڑے بڑے شہروں میں قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے اور اسی ضمن میں فقہ، منطق، فلسفہ یا علم کلام اور صرف و نحو کی تعلیم دی جانے لگی تھی۔“<sup>۳</sup>

سندھ میں عربوں کے تشکیل شدہ معاشرے کے جائزے سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ”عربوں کی جنگی قوت نے سندھ کے بڑے بڑے قلعے سر کئے تو ان کے عمدہ اخلاق و اوضاع نے اہل سندھ کے دلوں کو مسخر کر لیا چند ہی روز میں یہاں کے لوگ ان سے ایسے گھل مل گئے کہ سندھ کے اصلی اور عربی باشندوں میں تمیز نہ ہوتی تھی۔ مذہبی طور پر بھی اگرچہ پت پرستی کا ان میں رواج تھا مگر یہ لوگ بدھ مت کے نام لیوا تھے اور اس کی اخلاقی تعلیم اسلام سے ایک قسم کی مناسبت رکھتی تھی لہذا ان کے رئیس یا مذہبی پیشواؤں کو توحید کا مذہب قبول کرنے میں زیادہ عرصہ نہ لگا۔ اور سندھ کے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ بلکہ مولف عجائب الہند کی روایت صحیح ہو تو ہندوستان کی زبان میں ایک کشمیری راجہ ہی کی فرمائش سے قرآن مجید کی سب سے پہلی تفسیر کی گئی۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ (تیسری صدی ہجری میں) سندھ سے باہر اسلام کا اثر پھیلنے لگا تھا سرحد کا بل کے ایک خود مختار راجہ کے بطور خود اسلام لانے کی روایت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے۔ اس راجہ کا بیٹا بہت بیمار ہو گیا تھا اور برہمنوں نے اپنے دیوتا کی طرف سے حکم لگایا تھا کہ وہ اچھا ہو جائے گا۔ لیکن یہ پیشین گوئی غلط نکلی۔ لڑکا مر گیا راجہ نے بعض مسلمان سوداگروں کو بلا کر اسلام کے عقائد دریافت کئے اور مسلمان ہو گیا۔“<sup>۳</sup>

### منصورہ میں اسلامی علوم کی اشاعت

سندھ میں عربی حکومت کے قیام کے بعد عربوں نے خاص چھاؤنیاں تعمیر کرائیں جو آہستہ آہستہ بڑے شہروں میں تبدیل ہو گئیں۔ ان شہروں میں سے المنصورہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ”محمد بن قاسم کے سندھ سے جانے کے بعد سندھ پر عرب گورنر ہو کر آتے تھے۔ جن کے سیاسی مصلحتوں اور جلدی جلدی تبادلوں کے باعث سارے ملک میں بد امنی پیدا ہو چکی تھی۔ کتنے ہی بیرونی سرداروں نے اس سے فائدہ لیکر خود مختاری کا علم بلند کیا اس کے علاوہ یمنی اور نزاری کی باہمی خانہ جنگی کے سبب بھی عربوں کی طاقت سندھ میں کمزور ہو چکی تھی۔ ان تمام باتوں کی درستگی کے لیے عراق کے والی قسری کی سفارش سے حکم بن عوام کلبی سندھ کا گورنر مقرر ہوا۔ وہ جابر حاکم اور اچھا منتظم تھا۔ حکم بن عوام اپنے ساتھ عمرو بن محمد قاسم کو لیکر آیا۔ جو اپنے والد کی طرح سپہ گری میں ماہر تھا۔ عمرو حکم بن عوام کے حکم سے سندھ کا اندرونی انتظام بہتر کیا۔ جو علاقے خود مختار ہو چکے تھے، انہیں دوبارہ فتح کیا۔ ان فتوحات کی خوشی میں عمرو بن محمد قاسم مہران ”سندھ“ کے

مغربی کنارے پر موجودہ برہمن آباد کے دو میل کے فاصلے پر ایک شہر تعمیر کرایا جس کا نام ”المنصورہ“ یعنی ”فتح کی جگہ“ رکھا گیا۔ المنصورہ کی بنیاد سن ۱۰۵ھ / ۷۲۳ء اور سن ۱۲۰ھ / ۷۳۸ء کے درمیان پڑی۔ جو آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے دارالخلافہ بنا۔<sup>۵</sup>

سندھ کے مرکزی شہر کے سبب دوسرے اسلامی عرب ممالک کے ساتھ بہت زیادہ اور گہرے تعلقات تھے عرب سیاحوں، مؤرخوں اور جغرافیہ نویسوں کے بیان کے مطابق منصورہ کے قلعے کے چار دروازے تھے۔<sup>۶</sup> ”منصورہ غالباً غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت (۶۴۲ء) تک قائم تھا جو بعد میں مہران کے ٹوٹ پھوٹ کے سبب یازمین کے زلزلے کے سبب زمین دوز ہو گیا۔ المنصورہ جیسا کہ اسلامی حکومت کا دارالخلافہ تھا، بڑے بڑے جید عالم اس شہر میں رہتے تھے اس شہر میں عربی ماحول اور علماء کے موجود ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے مدارس اور درسگاہ بھی تھے۔ عرب اور عراق سے بڑے بڑے عالم، مفتی، قاضی اور مدرس ہو کر اس شہر میں آتے تھے عرب سیاحوں اور مؤرخوں کے تذکروں میں سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں منصورہ میں کتنے ہی بلند پایہ عالم، فاضل، ادیب اور شاعر رہتے تھے منصورہ کے علمی اور مذہبی حالات کے بارے میں بشاری مقدسی اس طرح تعریف کرتا ہے: ”یہاں کے رہائشی لائق اور بامروت ہیں۔ ان کے پاس اسلام کی تازگی ہے، اہل علم یہاں زیادہ رہتے ہیں۔ لوگوں میں ذہانت اور ذکاوت ہے۔ وہ نیکی اور خیرات کرتے ہیں۔“<sup>۷</sup> بزرگ بن شہریار کا کہنا ہے: ”منصورہ میں سندھی زبان عام طریقے سے بولی جاتی ہے۔ اور حاکم طبقہ ان کی واقفیت کی پوری اہلیت رکھتا ہے۔“<sup>۸</sup>

### مذہبی حوالے سے حکام منصورہ اور معاشرے کا جائزہ

”ملوک منصورہ انتہائی دیندار اہل سنت والجماعت میں سے تھے اور امام داؤدی ظاہری کے طریقہ پر شدت سے عامل تھے منصورہ میں بڑے بڑے ظاہری علماء فقہاء اور قضاة تھے۔ دولت ہباریہ کا سرکاری مذہب ظاہری تھا اور وہ اوّل سے آخر تک عباسی خلفاء سے متعلق رہے، آس پاس کے ہندو راجوں مہاراجوں سے ان کے تعلقات خوشگوار تھے، الور کے راجہ نے ان سے اسلام فہمی کی خواہش کی تو انہوں نے ایک عالم فاضل کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا کام انجام دیا، ان ہی کے زمانہ میں

سندھ کا ایک راجہ مسلمان ہوا، اور کعبہ کے لیے گراں قدر نذرانہ عقیدت پیش کیا اس طرح بہاری حکمرانوں نے خالص دینی اور اسلامی کام کئے جو ان کے دور حکومت کے لیے قابل فخر کارنامے ہیں۔<sup>۹</sup>

بہاریوں کا پورا دور حکومت دینی اور مذہبی اعتبار سے انتہائی شاندار تھا وہ خود پکے سنی اور خلافت عباسیہ کے مطیع تھے۔ ”خلافت عباسیہ کے قاضی القضاة ابن ابی الشوارب کے خاندان سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے، یہ بجائے خود بہاریوں کے مذہبی ہونے کی دلیل ہے، ان کے فقہی مسلک کے بارے میں کوئی تصریح نہیں ملتی ہے مگر قوی قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام داؤدی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ کے مسلک پر رہ کر عامل بالحدیث تھے۔ چوتھی صدی ہجری میں مشرقی عالم اسلام میں ظاہری مسلک کو بہت فروغ ہوا، اور اس نے حنبلی مسلک کی جگہ لے لی۔“<sup>۱۰</sup>

مقدسی نے لکھا ہے ”اس زمانہ میں چار فقہی مذاہب حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور داؤدیہ تھے اور حنبلیہ کا نام نہیں لیا۔“<sup>۱۱</sup> معاشرے کے حوالے سے مذہبی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں ”ان میں سے اکثر اصحاب حدیث ہیں، اور میں نے قاضی ابو منصور سے ملاقات کی ہے جو داؤدی المذہب ہیں اور اپنے مذہب کے امام ہیں، ان کا حلقہ درس جاری ہے اور انہوں نے کئی اچھی اچھی کتابیں تصنیف کی ہیں، ملتان والے شیعہ ہیں اور یہاں کے بڑے بڑے شہر حنفی فقہاء سے خالی نہیں ہیں، یہاں پر مالکیہ اور معتزلہ نہیں ہیں اور نہ ہی حنابلہ کے مسلک پر عمل ہوتا ہے، یہاں کے مسلمان نہایت اچھے مسلک پر ہیں ان کا مذہبی حال بہت ہی قابل تعریف ہے، صلاح و پرہیزگاری ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو مذہبی غلو، عصبیت اور فتنہ و فساد سے بچا کر امن و راحت میں رکھا ہے۔“<sup>۱۲</sup>

ظاہر یہ کہ مسلک صرف سندھ اور منصورہ ہی میں رائج نہیں تھا بلکہ اقلیم فارس میں بھی اس کو فروغ تھا، بنی بویہ کے دور میں فارس میں امام داؤد ظاہری کے مسلک کے علماء فضلاء محکمہ قضا اور سرکاری عہدوں پر قابض تھے، عضد الدولہ داؤدی مسلک کا معتقد تھا۔“<sup>۱۳</sup> مقدسی نے لکھا ہے ”اقلیم فارس میں داؤدی فرقہ کی درسگاہیں، دینی و علمی مجالس ہیں اور ان کا غلبہ ہے داؤدی مسلک والے قضا اور دوسرے اعمال پر قابض ہیں اور خود عضد الدولہ داؤدی مذہب کا معتقد ہے۔“<sup>۱۴</sup> مزید رقمطراز ہیں: مطلب یہ کہ اقلیم فارس اور اقلیم سندھ ایک ہی وقت میں ظاہری مذہب کے مرکزی مقامات تھے جہاں

ظواہر کو خوب فروغ ہوا اور ان کے علوم و فنون کی اشاعت ہوئی، بلکہ سندھ کے دوسرے پڑوسی ملک عمان میں بھی اہلسنت والجماعت داؤدی مذہب کے تھے اور ان کی مذہبی مجلسیں و درسگاہیں بھی وہاں تھیں۔<sup>۱۵</sup>

سندھ میں عہدہ قضاء پر داؤدی علماء قابض تھے مقدسی نے اپنے زمانہ میں امام محمد داؤدی کو منصورہ کا قاضی بتایا ہے جو اس وقت داؤدی مذہب کے امام تھے اور اس میں ان کی متعدد عمدہ تصانیف تھیں، اسی طرح قاضی ابو العباس احمد بن محمد تمیمی منصوروی بھی کئی کتابوں کے مصنف اور منصورہ کے قاضی تھے۔ ویسے پورے اقلیم سندھ میں اہل سنت والجماعت حنفی تھے اور ان کا غلبہ تھا، یا قوت نے لکھا ہے: ”سندھ والوں کے مذہب میں غالب امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔“<sup>۱۶</sup> ہباری حکو متوں کی دینداری اور امور مملکت میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ ان کے ہاں باقاعدہ عہدہ قضاء قائم تھا جہاں خالص دینی قوانین کی رو سے فیصلہ ہوتا تھا۔ حدود و تعزیرات جاری ہوتی تھیں، اور پوری مملکت میں اسلامی احکام نافذ تھے۔ ابو دلف نے اپنے زمانہ کے حاکم منصورہ کے بارے میں لکھا ہے: ”و یقیم الحدود“<sup>۱۷</sup>

سندھ میں ہباریوں نے روادارانہ طرز حکومت کے ذریعے غیر مسلم رعایا کے ساتھ انتہائی عمدہ سلوک رکھا جس کے خاطر خواہ اثرات سامنے آئے۔ ”سندھ کی عام رعایا غیر مسلم اور بت پرست تھی، مگر ہباریوں کی دینداری اور حسن سیاست کی وجہ سے سب خوش تھے ان کو اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں تھیں دور ہو گئیں بلکہ اسلام سے ایک گونہ محبت پیدا ہو گئی اور بعض راجوں نے اسلام سمجھنے کی براہ راست کوشش کی چنانچہ الور کے راجہ مہروق بن رائق نے ۷۰ھ سلطان منصورہ عبد اللہ بن ہباری کو لکھ کر ایک عالم و فاضل کے ذریعہ قرآن اور اسلام کو سمجھا اور درپردہ اسلام لایا، اسی طرح ۲۵۹ھ میں سندھ کا ایک راجہ مسلمان ہوا جس نے کعبہ کو نہایت گراں قدر نذرانہ عقیدت پیش کیا۔“<sup>۱۸</sup> ”چیمور اور سوپارہ یہ دونوں مرکزی اور ساحلی شہر اگرچہ دارالسلطنت منصورہ سے کچھ ہی عرصہ تک کے لیے وابستہ ہو گئے تھے اور کافی دوری پر تھے مگر یہاں بھی مسلمانوں کی دینی زندگی بہت شاندار تھی، یہاں عرب مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی تھی، اور عرب تاجر رہا کرتے تھے، ہباریوں کے عمل و دخل کے زمانہ میں ان دونوں شہروں میں مقامی راجہ کی طرف سے مسلمانوں کی الگ عدالت قائم تھی اور شرعی و دینی معاملات ان ہی میں طے ہوتے تھے، مسجدیں آباد تھیں، جمعہ و جماعات کا باقاعدہ اہتمام تھا اور آزادی کے ساتھ اسلامی احکام پر عمل ہوتا تھا، ہباریوں کے بہت بعد تک یہاں اسلام اور مسلمانوں کو شان و شوکت حاصل رہی۔“<sup>۱۹</sup>

## منصورہ کے دینی علمی اشاعت کے مراکز

ہباریوں کا دارالسلطنت منصورہ دینی و علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا یہاں اس قسم کی درسگاہیں تھیں جن میں علماء محدثین باقاعدہ کتاب و سنت کا درس دیتے، احادیث کی روایت کرتے اور فقہ کی تعلیم دیتے یہاں دوسرے علوم کے مقابلے میں علوم شرعیہ کا رواج زیادہ تھا، مقدسی اس حوالے سے رقمطراز ہے: ”ولہ تدریس و تصانیف، قد صنف کتاباً عدۃً حسنةً۔“<sup>۲۰</sup> (ان کے درس کی مجلس ہے اور تصانیف ہیں وہ کئی اچھی اچھی کتابوں کے مصنف ہیں۔) مقدسی دارالسلطنت منصورہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”ولا اسلام طرأة، ولا علم راحلہ کثیر۔۔۔ ولا رسوم تقارب العراق مع وطاء و حسن اخلاق۔“<sup>۲۱</sup> (یہاں اسلام تروتازہ ہے، اور علم اور اہل علم کثرت سے ہیں ان کے اخلاق و عادات اہل عراق سے ملتے جلتے ہیں اور ان میں بردباری اور حسن اخلاق ہے۔)

”اس زمانے میں باقاعدہ مدارس اسلامیہ کا رواج نہیں ہوا اور جوامع و مساجد اور علماء کے کاشانے دینی درس گاہ ہوا کرتے تھے اور ہر مرکزی شہر علماء و فضلاء کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔“<sup>۲۲</sup> لہذا باقاعدہ مراکز موجود نہ تھے لیکن وہ علماء، فضلاء اور محدثین جو معاشرے میں موجود تھے وہ مختلف جگہوں پر درس حدیث اور علمی اسباق دیتے تھے اور لوگوں کی دینی علوم کے حوالے سے تربیت جاری رکھتے تھے۔ ان علماء اکرام کے حلقہ درس موجود تھے جہاں وہ یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔ ذیل میں ان علماء اکرام کی تفصیل ہے، جنہوں نے شہر منصورہ میں علمی و دینی خدمات انجام دیں۔

۱۔ ابو بکر احمد بن محمد منصور بن بکر آبادی

”آپ نے حدیث کی روایت امام ابو بکر اسماعیلی اور حافظ ابن عدی سے کی ہے۔ وطن منصورہ تھا مگر جرجان کے شہر بکر آباد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، ۲۹ ہجری الاول ۴۲۲ھ کو انتقال فرمایا آپ کا تذکرہ حافظ ابو القاسم نے تاریخ جرجان میں کیا ہے۔“<sup>۲۳</sup>

۲۔ قاضی ابو العباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوروی

”آپ شہر منصورہ کے قاضی اور داؤدی مذہب کے امام تھے ان کا شمار فضلاء داؤدیہ میں تھا آپ نے اس مسلک میں جلیل اور ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ابتداء میں اپنے آزاد کردہ غلام سے تعلیم حاصل کی پھر بغداد جا کر وہاں کے علماء و محدثین سے احادیث کی روایت کی اور منصورہ واپس آ کر عہدہ قضا پر مامور ہوئے، آپ کی تصانیف میں کتاب المصباح کتاب الہادی اور کتاب النیر بہت اہم اور مشہور ہیں آپ کا تذکرہ ابن ندیم، ابوالسخت شیرازی، اور سمعانی نے کیا ہے۔“<sup>۲۴</sup>

### ۳۔ قاضی ابو محمد داؤدی منصورہ

”آپ سے مقدسی نے منصورہ میں ملاقات کی ہے اور لکھا ہے کہ آپ داؤدی مذہب کے امام اور منصورہ کے قاضی ہیں۔ ساتھ ہی آپ کا حلقہ درس اور سلسلہ تصنیف بھی جاری ہے کئی معیاری اور بڑی کتابیں لکھی ہیں۔“<sup>۲۵</sup>

### ۴۔ ابو محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن مرہ منصورہ

”آپ قرآن کے مستند قاری و مقری ہیں احادیث کا سماع حسن بن مکرّم اور ان کے معاصرین سے کیا اور ان سے امام ابو عبد اللہ حاکم نے روایت کی، رنگ سیاہ تھا آپ کا تذکرہ سمعانی نے کیا ہے۔“<sup>۲۶</sup>

### ۵۔ قاضی محمد بن ابی شوراب

”محمد بن ابی شوراب جمادی الاول ۲۸۳ء میں منصورہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ قاضی بہت صاحب علم اور لائق انسان تھے۔ ان کی زندگی نے وفانہ کی اور سندھ میں آنے کے بعد اس فانی دنیا سے انتقال کر گئے۔ عراق میں اور خاص کر بغداد میں لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ منصورہ میں قضا کے کام کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا شغل جاری رکھا۔ اس کے بعد ان کا بیٹا علی بن محمد ابی الشوراب منصورہ کا قاضی بنا۔ ان کی اولاد چوتھی صدی ہجری کی ابتدا تک منصورہ میں رہی۔“

### ۶۔ احمد بن محمد قاضی منصورہ

انہوں نے عراق اور ایران میں جا کر علم حاصل کیا اور وہاں بھی علم کی اشاعت کرتے رہے خود داؤد اصفہانی مذہب کے امام تھے۔ اثرم اور اس کے طبقے کے محدث سے اس نے روایت کی ہے۔“<sup>۲۷</sup>



## دبیل میں دینی و علمی اشاعت

دبیل کا شہر سندھ میں محدثین اور رواۃ حدیث کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مرکز تھا اور اس بارے میں یہ منصورہ سے بہت آگے تھا یہاں کے علماء خاص طور سے پورے عالم اسلام سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ملک میں ان کی آمد و رفت جاری تھی۔ ”شہر دبیل کی جانب حدیث کے راویوں کی ایک جماعت منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سندھ کا یہ شہر احادیث رسول ﷺ کا شہر تھا اور یہاں پر احادیث کی تعلیم و روایت عام تھی۔“<sup>۲۸</sup> دبیل کے بیان میں یاقوت حموی نے لکھا ہے:

”وقد نسب اليها قوم من الرواة“<sup>۲۹</sup> (دبیل کی طرف رواۃ حدیث کی ایک جماعت منسوب ہے۔)

امام خلف بن محمد کا بیان ہے: ”حدثنا علي بن موسى الديلمي بالديلم“ (علی بن موسیٰ دبیلی نے ہم کو دبیل میں حدیث کی تعلیم دی۔)<sup>۳۰</sup>

دبیل ساحلی شہر اور ہندو عرب کی تجارت کا بہت اہم مرکز تھا اس لیے یہاں کے بعض محدثین تاجر بھی تھے چنانچہ ابو محمد بن حسن بن حامد دبیلی بغدادی جو علم حدیث میں اہم مقام کے مالک تھے، بغداد کے بڑے تاجروں میں سے بھی تھے، خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں یہ صاف الفاظ لکھے ہیں: ”وكان صدوقاً، وكان تاجراً ممولاً۔“ (وہ حدیث میں صدوق اور مال دار تاجر تھے۔)<sup>۳۱</sup>

دبیل چونکہ بہت قدیم شہر تھا اس لیے یہاں ہباری حکومت سے پہلے اور اس کے بعد علوم اسلامیہ کا رواج جاری رہا اور بہت سے محدثین و رواۃ حدیث نے دبیل ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں خوب نام کمایا۔ دبیل کے یہ علماء اور فقہا علمی دروس اور درس حدیث کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے مختلف حلقے موجود تھے جہاں وہ احادیث کو روایت کرتے اور تربیت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ اطہر مبارک پوری نے اپنی ”کتاب ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں“ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے اہم علماء اکرام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابو العباس احمد بن عبد اللہ دبیلی نیشاپوری

”آپ محدث و فقیہ کے ساتھ عابد و زاہد بھی تھے، طالب علمی کے ابتدائی دور ہی سے غربت و مسافرت کی زندگی بسر

کی، امام ابن خزیمہ کی علمی شہرت سن کر دبیل سے نیشاپور گئے اور اس طرح وہیں کے ہو کر رہ گئے کہ حسن بن یعقوب حداد کی خانقاہ میں سکونت اختیار کی اور نیشاپور ہی میں شادی کر لی۔ دن بھر شہر میں بیچ و فتنہ نمازیں جامع مسجد میں ادا کرتے اور رات کو خانقاہ میں چلے آتے، دبیل سے نیشاپور، بصرہ، بغداد، مکہ، مصر، دمشق، بیروت، حران، تستر، اور عسکر کا سفر کر کے ان ممالک کے علماء و محدثین سے روایت کی، آپ کے تلامذہ میں امام ابو عبد اللہ حاکم جیسے جلیل القدر امام حدیث بھی ہیں رجب ۳۴۳ھ میں نیشاپور میں فوت ہوئے آپ کا تذکرہ سمعانی نے کیا ہے۔<sup>۳۲</sup>

۲۔ ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون حربی دبیلی رازی

”آپ نے امام جعفر بن محمد فریبی اور ابراہیم بن شریک کوفی وغیرہ سے روایت کی۔ قرآن کریم کی تعلیم حسن بن بشیم دویری اور امام عاصم کوفی کی قرأت سے حاصل کی، ۲۷۵ھ دبیل میں پیدا ہوئے اور رجب ۳۷۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔“<sup>۳۳</sup>

۳۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دبیلی بغدادی

”چوتھی صدی میں دبیل کے مشاہیر علمائے حدیث میں سے تھے آپ نے موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی الصائغ الکبیر وغیرہ سے حدیث کی روایت کی تھی اور اعیان بغداد میں تھے۔“<sup>۳۴</sup>

۴۔ ابو محمد حسن بن حامد دبیلی بغدادی

”محدث و ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بغداد کے بڑے تاجروں میں سے بھی تھے، بغداد میں درب زعفرانی کی سرائے خان ابن حامد آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ حدیث کا سماع علی بن محمد بن سعید موصلی وغیرہ سے کیا تھا اور محمد بن علی صوری نے مصر میں آپ سے روایت کی تھی عربی کے اچھے شاعر تھے، مشہور شاعر متنبی جب بغداد آیا تو آپ ہی کے یہاں قیام کیا آپ نے اس کی خاطر تواضع کی تو اس نے کہا کہ اگر میں کسی تاجر کی تعریف کرتا تو آپ کی تعریف اپنے اشعار میں ضرور کرتا، مصر میں ۴۰۷ھ میں فوت ہوئے۔“<sup>۳۵</sup>

۵۔ ابو القاسم حسین بن محمد بن اسد دبیلی دمشقی

”آپ نے دمشق میں امام ابو یعلیٰ موصلی سے احادیث کی روایت کی ہے ۳۴۰ھ تک دمشق میں زندہ تھے۔“<sup>۳۶</sup>

۶۔ خلف بن محمد موازینی دبیلی بغدادی

”دبیل سے بغداد گئے اور وہیں پر اپنے ہم وطن امام حدیث علی بن موسیٰ دبیلی سے حدیث کی روایت کی۔ اس سے پہلے یا اس کے بعد دبیل میں علی بن موسیٰ سے روایت کی ہے، آپ سے ابو الحسن بن جندی نے روایت کی ہے۔ آپ جو تھی صدی میں دبیل کے کبار محدثین میں سے تھے۔“<sup>۳۷</sup>

۷۔ ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد دبیلی

”آپ ابن ابی قطعان دبیلی کی کنیت سے مشہور ہیں، دبیل سے مصر جا کر احادیث کا درس دیا، ابو سعید بن یونس نے وہیں آپس حدیث کا املاء کیا قدام محدثین میں ہیں۔“<sup>۳۸</sup>

۸۔ علی بن احمد بن محمد دبیلی

”آپ نے غالباً مقری شام ابو عبد اللہ دبیلی کے نواسے ہیں ابو العباس الاصم اور ابو عبد اللہ بن احمد بن موسیٰ دبیلی وغیرہ سے روایت کی، آپ کی تصانیف میں کتاب الادب القضاة کے مسائل پر بہت ہی اہم کتب ہیں، تیسری صدی کے مشاہیر میں آپ کا شمار تھا۔“<sup>۳۹</sup>

۹۔ علی بن موسیٰ دبیلی بغدادی

”آپ جو تھی صدی کے کبار محدثین میں سے ہیں اپنے شہر سیبل میں حدیث کا درس دیتے تھے چنانچہ خلف بن محمد دبیلی نے دبیل ہی میں آپ سے روایت کی ہے آپ نے بغداد میں بھی حدیث کی روایت کی ہے۔“<sup>۴۰</sup>

۱۰۔ ابو جعفر محمد بن ابراہیم دبیلی کلی

”آپ محدث مکہ کے لقب سے مشہور ہیں دبیل سے جا کر مکہ مکرمہ میں مستقل سکونت و مجاورت اختیار فرمائی اور مجاور مکہ

کہلائے۔ آپ کے صاحبزادے ابراہیم بن محمد دیہلی بھی مشہور محدث ہیں، ابو عبد اللہ سعید بن عبد الرحمن مخزومی، ابو عبد اللہ حسین بن حسن مروزی عبد الحمید بن صبیح، ابوالحسن احمد بن ابراہیم مکی، اور ابو بکر محمد بن ابراہیم مرقی وغیرہ سے حدیث روایت کی۔ جمادی الاول ۳۲۲ھ میں مکہ میں فوت ہوئے۔<sup>۴۱</sup>

۱۱۔ ابو بکر محمد بن حسین بن محمد دیہلی شامی

”چوتھی صدی کے مشہور قاری و مرقی تھے امام ہارون انفش کے دو تلامذہ، ابن ابی حمزہ اور ابن ابی داؤد سے قرأت کی تعلیم حاصل کی اور ان سے امام حافظ ابوالحسن علی بن عمرو دارقطنی اور عبد الباقی بن حسن نے روایت کی ہے آپ کی مستقل سکونت ملک شام میں تھی۔“<sup>۴۲</sup>

۱۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ دیہلی شامی

”ابو عبد اللہ دیہلی کی کنیت و نسبت سے مشہور ہیں، اپنے زمانے کے اولیائے کبار میں سے تھے صاحب کشف و کرامت بزرگ عابد وزاہد ہیں، ساتھ ہی زبردست قاری مرقی بھی تھے، تجوید و قرأت کے ساتھ قرآن کی تعلیم جعفر بن محمد بن سقیط عبد الرزاق بن حسن اور سکن بن بکرو یہ جیسے ماہرین فن سے حاصل کی تھی ابن جوزی نے صفۃ الصفوة میں آپ کا حال لکھا ہے۔“<sup>۴۳</sup>

۱۳۔ ابو العباس محمد بن محمد بن عبد اللہ دیہلی

”عابد وزاہد اور بڑے نیک و پارسا عالم دین تھے، ذریعہ معاش کتابوں کی تجارت تھا ابو خلیفہ فضل بن حباب حجتی جعفر بن محمد بن حسن

فریابی، عبد ان بن احمد بن موسیٰ سکری، اور محمد بن عثمان بن ابی سوید بسری وغیرہ سے حدیث کی روایت کی تھی آپ کے تلامذہ میں مشہور امام حدیث ابو عبد اللہ حاکم ہیں، انہوں نے آپ سے حدیث کا سماع کیا۔ رمضان ۳۵۴ھ میں فوت ہوئے۔“<sup>۴۴</sup>

۱۴۔ ابو محمد دبیلی بغدادی

”آپ حضرت شیخ جنید بغدادی کے ارشد تلامذہ اور خاص اصحاب میں سے ہیں ابو محمد دبیلی نے حضرت شیخ جنید کے وصال کے وقت ان سے عرض کیا کہ آپ کے بعد ہم کس کے یہاں جائیں؟ اور کس کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کریں؟ تو آپ نے اپنے خلیفہ شیخ ابو محمد جریری کا نام لیا۔“<sup>۴۵</sup>

۱۵۔ ابو موسیٰ دبیلی بغدادی

”حضرت بایزید بسطامی کے بھانجے ہیں اور ان کی بابرکت صحبت سے فیض اٹھایا ہے حضرت بایزید کے بہت سے اقوال آپ سے منقول ہیں۔“<sup>۴۶</sup>

### خلاصہ کلام

دبیل اور منصورہ میں اسلامی علوم کی اشاعت کے حوالے سے حکمران طبقات نے خوب سرپرستی کی اور علماء اکرام کو عزت و تکریم دی، ان کی تمام ضرورتوں کا نہ صرف خیال رکھا بلکہ انہیں ریاستی نظام میں بھی اہم حیثیتوں سے نوازا۔ ایک طرف تو حکمرانوں نے علماء کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور دوسری طرف انہوں نے خود بھی ان کی اصلاح و تبلیغ اور اسلامی شعائر کی پابندی کو یقینی بنایا اور ریاست میں تمام ایسے معاملات جو کہ غیر شرعی تھے انہیں ختم کیا اور افراد معاشرہ میں سے بھی ایسی خرابیوں کو ختم کرنے کے لیے قانون سازی کی۔

سندھ میں عام طور پر اس زمانے میں باقاعدہ مدارس کا رواج نہ تھا جو کہ آج کے دور میں نظر آتا ہے۔ خانقاہیں اور مساجد تھیں جہاں اہل علم و دانش اور صوفیائے کرام لوگوں کی تعلیم تربیت کو فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ لہذا ہر خانقاہ کا نظام ایک معتبر شخصیت کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ان شخصیات سے فیض یاب ہوتے تھے اور کئی کئی سال ان خانقاہوں میں تربیت کے سلسلے میں گزار دیتے تھے۔ لہذا اسلام کی تعلیمات کے حوالے سے علماء اکرام اور مشائخ عظام مسلسل کام کرتے رہے۔ علمی سطح پر تصنیفات، درس حدیث، درس قرآن، اور مختلف مسائل کے حوالے سے فقہی فتاویٰ کا سلسلہ جاری رہتا۔ دبیل اور منصورہ کے علماء کرام نہ صرف ان علاقوں میں دینی اشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے بلکہ پورے سندھ اور ہندوستان تک ان کا فیض چلتا رہا۔ اور بے تحاشہ غیر مسلم خصوصاً ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔

## حوالہ جات

- ۱۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ دہلی: ندوۃ المصنفین۔ ۱۹۶۷ء۔ ص ۱۵۲
- ۲۔ مقدسی المعروف البشاری۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ مطبوعہ یورپ۔ سن۔ ص ۴۸
- ۳۔ سید ہاشمی فرید آبادی۔ تاریخ ہند۔ حیدر آباد دکن: عثمانیہ سرکار عالی۔ ۱۹۳۹ء۔ ص ۲۰۳
- ۴۔ ایضاً۔ ص ۲۰۳ تا ۲۰۴
- ۵۔ محمد جنم تالپر۔ سندھ جا اسلامی درسگاہ (کتاب نمبر ۱۹۰)۔ حیدر آباد: سندھ سیاحت گھر۔ ۲۰۰۷ء۔ ص ۹۳
- ۶۔ ایضاً
- ۷۔ ایضاً۔ ص ۹۴
- ۸۔ ایضاً
- ۹۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۰۱ تا ۱۰۰
- ۱۰۔ ایضاً۔ ص ۱۲۰
- ۱۱۔ مقدسی المعروف البشاری۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ ص ۳۷
- ۱۲۔ ایضاً۔ ص ۴۸
- ۱۳۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۲۰
- ۱۴۔ مقدسی المعروف البشاری۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ ص ۴۳۹
- ۱۵۔ ایضاً۔ ص ۹۶
- ۱۶۔ یاقوت بن عبد اللہ الحموی۔ معجم البلدان۔ ج ۵۔ طبع مصر۔ سن۔ ص ۱۵۱
- ۱۷۔ ایضاً ج ۵۔ ص ۱۵۱
- ۱۸۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۲۲
- ۱۹۔ ایضاً۔ ص ۱۵۱ تا ۱۵۲
- ۲۰۔ مقدسی المعروف البشاری۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ ص ۴۸۱
- ۲۱۔ ایضاً۔ ص ۴۷۹

- ۲۲۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۵۷
- ۲۳۔ ایضاً۔ ص ۱۵۸
- ۲۴۔ ایضاً۔ ص ۱۵۸
- ۲۵۔ ایضاً۔ ص ۱۵۸
- ۲۶۔ ایضاً۔ ص ۱۵۸ تا ۱۸۶
- ۲۷۔ محمد جنم تالپر۔ سندھ جا اسلامی درسگاہ۔ ص ۹۶
- ۲۸۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۵۹
- ۲۹۔ یاقوت بن عبد اللہ الحموی۔ معجم البلدان۔ ج ۴۔ ص ۱۱۸
- ۳۰۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۵۹
- ۳۱۔ ایضاً۔ ص ۱۵۹
- ۳۲۔ ایضاً۔ ص ۱۶۰
- ۳۳۔ ایضاً۔ ص ۱۶۰
- ۳۴۔ ایضاً۔ ص ۱۶۰
- ۳۵۔ ایضاً۔ ص ۱۶۱
- ۳۶۔ ایضاً۔ ص ۱۶۱
- ۳۷۔ ایضاً۔ ص ۱۶۱
- ۳۸۔ ایضاً۔ ص ۱۶۱
- ۳۹۔ ایضاً۔ ص ۱۶۱
- ۴۰۔ ایضاً۔ ص ۱۶۲
- ۴۱۔ ایضاً۔ ص ۱۶۲
- ۴۲۔ ایضاً۔ ص ۱۶۲
- ۴۳۔ ایضاً۔ ص ۱۶۲

۳۴۔ ایضاً۔ ص ۱۶۲ تا ۱۶۳

۳۵۔ ایضاً۔ ص ۱۶۳

۳۶۔ ایضاً۔ ص ۱۶۳